آداب المعلمین

مولانا ذوالفقار احمد نقشبندی

اگر طالب علم سے کبھی کوئی نازیبا بات بھی سننی پڑ جائے تو انا کا مسئلہ نہ بنانا چاہیے، اصلاح کی فکر کرنی چاہیے ۔حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ کو ایک شخص نے مجمع میں حرامی کہا۔حضرت نے فرمایا: یہ غلط ہے، میرے والدین کے نکاح کے گواہ ابھی موجود ہیں ۔ایک بزرگ کو کسی نے مکار کہا۔مریدین اس کو مارنے کے لیے اٹھے تو انہوں نے منع فرمادیا، پھر گھر آکر اپنے مریدین کو خطوط دکھائے جن پر بڑے بڑے القابات لکھے ہوئے تھے۔فرمایا: دیکھو! آپ کو اگر اس کے بُرے القاب پر غصہ آیا تو ان القاب پر بھی غصہ آنا چاہیے، کیوں کہ یہ بھی غلط ہیں۔حضرت خواجہ بایزید بسطامیؒ ایک مرتبہ کہیں جارہے تھے، کسی عورت نے انہیں دیکھ کر کہا: او ریاکار! آپ اس کی طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے: اری خدا کی بندی! عرصے بعد آپ نے مجھے صحیح پہچانا۔حضرت علی رضی اللہ عنہ نے میدانِ جہاد میں ایک کافر کو مارنے کے لیے نیچے دبایا، چاہتے تھے کہ خنجر کا وار کریں، مگر اس نے آپ کے چہرے پر تھوک دیا۔آپؓ نے اسے چھوڑ دیا، اس نے پوچھا: مجھے کیوں چھوڑا؟ فرمایا: پہلے فقط اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے مارنا تھا، اب ڈر ہوا کہ کہیں نفس کا غصہ بھی شامل نہ ہو، لہٰذا چھوڑ دیا۔

استاذ میں جس قدر شفقت و درگذر کا جذبہ ہوگا شاگرد اسی قدر استاذ پر جان قربان کرنے کو تیار ہوں گے ۔حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کے ایک شاگرد کو غسل کی حاجت ہوگئی، وہ اس ڈر سے کہ کہیں غیر حاضری نہ ہو جائے جلدی سے مدرسے پہنچ گیا اور اسے غسل کرنا یاد نہ رہا، جب دروازے پر پہنچا تو شاہ صاحبؒ کی نظر پڑی۔آپ نے سبق بند کر کے اس طالب علم کو وہیں روک لیا اور شاگردوں سے کہا کہ آج تفریح کے لیے دل چاہتا ہے، چنانچہ سب کو لے کر دریا کے کنارے پہنچے، پھر فرمایا: کیوں نہ ہم غسل کرلیں، چنانچہ سب نے غسل کیا، اس طالب علم نے بھی غسل کیا۔

شاہ صاحبؒ نے فرمایا: آؤ بھئی سبق پڑھادیں تاکہ ناغہ نہ ہو۔ طالب علم اس حکمتِ علمی پر حیران رہ گیا۔ خواجہ نظام الدینؒ کے استاذ شمس الملکؒ کا معمول تھا کہ جب کوئی طالب علم ناغہ کرتا تو آپ اسے فرماتے: مجھ سے کیا قصور ہوا کہ آپ آئے نہیں۔ یہ جملہ سن کر کون شاگرد ہوگا جو پانی پانی نہ ہوجائے۔

۱۲...... استاذ کو چاہیے کہ اپنے دل کو پاک رکھے، کسی طالب علم سے ناراض ہوکر اپنے دل میں کینہ نہ رکھے۔

آئین ماست سینہ چوں آئینہ داشتن　　کفر است در طریقت ما کینہ داشتن

میرا آئین سینے کو آئینے کی مانند بنانا ہے　　طریقت میں کینہ رکھنا کفر کی مانند ہے

استاذ اپنے دل میں سوچے کہ شاگرد کی یہی قربانی بڑی ہے کہ اس نے اپنے آپ کو میرے حوالے کردیا، مجھے ان پر محنت کرکے اوران کی تربیت کرکے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا ہے۔ یادرہے کہ بعض اوقات طلبہ کے اخلاص اور طلب کا پرتو استاذ پر اس طرح پڑتا ہے کہ اس کے دل میں مضامین کا القاء شروع ہوجاتا ہے۔ حضرت مولانا قاری عبد الرحمٰن محدث پانی پتیؒ کے بارے میں ان کے استاذ مولانا شاہ محمد مہاجر مکیؒ فرمایا کرتے تھے کہ: حدیث کے الفاظ تو میں ان کو پڑھاتا ہوں، مگر حدیث کی روح مجھے خود ان سے حاصل ہوتی ہے۔

طلبہ کا یہی احسان کیا کم ہے کہ استاذ کو بیٹھے بٹھائے علم کے مشغلہ میں لگنے کی سعادت مل جاتی ہے، اگر طلبہ نہ ہو ں تو کیا دیواروں کو پڑھائیں گے، پھر تو نہ جانے کن مشاغل میں پھنسے ہوتے، نمازوں کی پابندی بھی مشکل ہوچکی ہوتی۔ استاذ کو چاہیے کہ ہر وقت یہ بات ذہن نشین رکھے کہ طلبہ کی تمام تر کوتاہیوں کے باوجود یہی کام کرنا ہے، ممکن ہے ان میں سے کوئی ایسے نکل آئیں جو بارگاہِ الٰہی میں مقبولیت پائیں اور استاذ کی بخشش کا ذریعہ بن جائیں۔

۱۳...... استاذ کو چاہیے کہ شاگرد سے پہلے معلوم کرلے کہ کتنا وقت ہے، پھر اس کے مطابق اسباق کی تقسیم بنائے ، اگر وقت کم ہو تو اسے مروجہ نصاب کا پابند نہ بنائے، بل کہ ضرورتِ دین کی تعلیم دے۔ حکیم الامت حضرت تھانویؒ نے ایک نصاب تجویز کیا ہے جس میں یہی مصلحت پیشِ نظر رکھی گئی ہے کہ جن حضرات کے پاس وقت کم ہوتا ہے اس کو پڑھ کر دین کے کام میں لگ جائیں۔

۱۴...... استاذ کو چاہیے کہ جو علم اپنے طالب علم کو پڑھا رہا ہے اس کا نفع تو بیان کردے، مگر دوسرے علوم وفنون اور اساتذہ کی بُرائی نہ کرے۔ علامہ شعرانیؒ فرماتے ہیں کہ ہم سے عہد لیا گیا ہے کہ جب کوئی شخص ہمارے سامنے ہمارے ہم عصر کی تعریف کرے تو ہم بھی اس کی تعریف و مدح میں موافقت کریں اور اس میں میخ نہ نکالیں خواہ وہ ہم پر اعتراض کرے، ہم اس کے بدلے اس کی تعریف کریں گے تو وہ جلد اپنی حرکت سے باز آجائے گا اور بُرائی کرنا چھوڑ دے گا، اس تدبیر سے ہم خود بھی گناہوں سے بچیں گے اوران کے بچنے کا ذریعہ بنیں گے۔

۱۵...... استاذ کو چاہیے کہ سبق پڑھاتے وقت ایسی تقریر نہ کرے جو طالب علم کے علم وفہم سے بالاتر ہو۔ حضرت علی

رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ اپنے سینے کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ اس میں بہت سے علوم ہیں بشرطیکہ اس کے سمجھنے والے ہوں۔ بعض اساتذہ محض اپنی قابلیت ظاہر کرنے کے لیے ابتدائی کتابوں میں ایسی تقریر کرتے ہیں کہ اس فن کے منتہی طلبہ بھی مشکل سے کچھ سمجھیں، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ طلبہ نہ کتاب کو سمجھ سکتے ہیں نہ یاد کر سکتے ہیں۔ بعض حضرات تو سبق کے دوران خارجی باتوں کی اتنی دھواں دار تقریر کرتے ہیں کہ نہ پوچھیں۔

امام مالکؒ فرماتے ہیں: " لا ينبغي للعالم أن يتكلم بالعلم عند من لا يطيقه " یعنی عالم کے لیے مناسب نہیں کہ کسی شخص کے سامنے ایسی بات کرے جس کا سمجھنا اس کی طاقت سے بالاتر ہو۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ حجۃ اللہ البالغہ میں تحریر فرماتے ہیں:" ومنه أن لا يبين للمبتدئ من العلم ما هو حظ المنتهي ،بل يربي بصغائر العلم قبل كبائره " یعنی وہ علوم منتہی کے لیے مناسب ہیں، مبتدی کے سامنے نہ کہے، بل کہ بڑے بڑے علوم سے پہلے چھوٹی چھوٹی باتوں کو بیان کرے۔ مولانا منظور احمد نعمانیؒ ''میری زندگی کے تجربات'' میں لکھتے ہیں: میری عمر کے پانچ سال اس وجہ سے ضائع ہوئے کہ کسی نے مجھے اس طریقہ سے پڑھانے کی کوشش نہ کی جو طریقہ میری اس وقت کی عمر اور فہم کے مناسب تھا۔ مجھے اپنی ابتدائی تعلیم کے کئی ساتھی یاد ہیں جو صرف ڈیوٹی پوری کرنے والے اساتذہ کی غفلت کے چکر میں چار پانچ سال رہ کر بیٹھ گئے، اتنا طویل عرصہ مدرسے میں پڑھنے کے باوجود خالی کے خالی رہے۔ اگر سوچ سمجھ کر پڑھایا جاتا تو اتنے دنوں ان کی آدھی سے زیادہ تعلیم ہو جاتی اور وہ اسکو پورا کر کے ہی چھوڑتے۔

۱۶...... استاذ کو چاہیے کہ اگر کوئی شاگرد حالات کی مجبوری کی بنا پر اس کے پاس سے منتقل ہو کر دوسرے استاذ یا دوسرے مدرسے میں پڑھنے کا ارادہ رکھتا ہو اور اس میں اس کا فائدہ ہو تو اجازت دے دے۔ دیانت داری کا تقاضہ یہی ہے کہ خوشی خوشی دعاؤں سے رخصت کرے، محض اپنے مدرسے کی تعداد دکھانے یا حلقۂ درس کی رونق قائم رکھنے کے لیے بجبر و اکراہ کسی کو روکنا مناسب نہیں۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ جہاں طالب علم کا جی ہی نہ لگتا ہو وہاں رہ کر وہ کیا کرے گا؟ یا تو علم حاصل کرنے سے منحرف ہو جائے گا یا بددل ہو کر دوسری جگہ بھاگ جائے گا۔ حضرت سفیان بن عیینہؒ جب اپنے آبائی وطن کوفہ پہنچے اور امام ابوحنیفہؒ کو معلوم ہوا تو اپنے شاگردوں سے کہا کہ تمہارے پاس عمرو بن دینار کی مرویات کا حافظ آ گیا ہے اس سے استفادہ کرو۔ حضرت سفیان خود فرماتے ہیں کہ مجھے سب سے پہلے جس نے محدث بنایا وہ امام ابوحنیفہ ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مزنیؒ فرماتے ہیں کہ ریاکار عالم کی پہچان یہ ہے کہ پہلے تو وہ لوگوں کو علم کی طرف خوب رغبت دلائے گا تاکہ اس کے پاس پڑھنے آئیں، پھر اگر وہ کسی دوسرے عالم کے پاس پڑھنے چلے جائیں تو بُرا مانے۔ حالاں کہ جب علم حاصل کرنا ہی مقصد ہے تو اس کے پاس حاصل کرے یا دوسرے کے پاس، کام تو اللہ ہی کے لیے کرنا ہے۔ ہاں! اگر طالب علم کے لیے اس کے پاس رہنا ہی فائدہ مند ہو تو اپنا مشورہ

بتادے، فیصلہ اسی پر چھوڑ دے۔

۱۷......استاذ کو چاہیے کہ طلبہ سے ذاتی خدمت لینے میں احتیاط کرے، اگر مجبوراً کوئی خدمت لے تو اس کی مکافات کردے، اس قسم کا کام نہ لے جس سے سبق میں حرج ہو۔ امارد (بے ریش) کے ساتھ خلوت سے بہت اجتناب کرے۔ جلوت میں بھی ضرورت سے زیادہ بات نہ کرے، نہ ان کی طرف قصداً دیکھے، اپنی پاک دامنی پر ناز نہ کرے کہ میں بھلا اس میں کہاں مبتلا ہوسکتا ہوں۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا:﴿ وما أبرئ نفسي إن النفس لأمارة بالسوء﴾ (میں اپنے نفس سے بری ہی نہیں ہوں، بے شک نفس امارہ برائی کی تلقین کرتا ہے)۔

حضرت امام محمدؒ بہت خوب صورت تھے۔ ان کے والد چھوٹی ہی عمر میں ان کو امام ابوحنیفہؒ کے پاس چھوڑ کر گئے۔ امام صاحب نے پہلی نظر ڈالتے ہی سمجھ لیا کہ یہ امرد ہے، احتیاط کی ضرورت ہے، چناں چہ امام محمدؒ کو اپنی شاگردی میں قبول تو فرمالیا، مگر دو شرائط عائد کیں: ایک یہ کہ سبق کے دوران سامنے کے بجائے پس پشت بیٹھیں گے، دوسرے یہ کہ نئے اور اچھے کپڑوں کے بجائے پرانے کپڑے پہنیں گے۔ امام محمدؒ ان شرائط کے ساتھ تعلیم حاصل کرتے رہے۔ وقت گزرتا رہا، ایک مرتبہ امام ابوحنیفہؒ نے دیکھا کہ امام محمدؒ پس پشت کھڑے کوئی مسئلہ پوچھ رہے ہیں مگر سامنے دیوار پر ان کی ریش کا سایہ نظر آرہا ہے۔ امام ابوحنیفہؒ نے حیران ہوکر پیچھے دیکھا تو امام محمد کے چہرے پر یہ آپ کی دوسری نظر تھی۔ سبحان اللہ! پہلی نظر جب پڑی جب بے ریش تھے، دوسری نظر تب پڑی جب اچھی خاصی ریش سے چہرہ سج چکا تھا۔

شیطان کا مقولہ ہے کہ اگر حسن بصری پڑھانے والا ہو اور رابعہ بصریہ پڑھنے والی ہو اور قرآن پڑھ پڑھا رہے ہو تو بھی میں دونوں کے دلوں میں بُرے بُرے خیالات ڈال کر ان کا منہ کالا کروں۔ امرد کے ساتھ خلوت تو اس سے بھی بُری چیز ہے۔ اما بخاریؒ تمام کام خود کرتے تھے، جب انہوں نے بخارا شہر سے باہر مہمان خانہ بنوایا تو اس کی تعمیر کے وقت بھی مزدوروں کے ساتھ مل کر کام کرتے تھے۔ ایک شاگرد نے عرض کیا کہ آپ کو محنت کی کیا ضرورت ہے، ہم شاگرد موجود ہیں۔ امام بخاریؒ نے فرمایا: "هذا الذي ينفعني "یعنی یہ میرے لیے نافع ہے۔ حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ اپنے کپڑے خود دھولیا کرتے تھے۔ نبی اکرم ﷺ کے بارے میں منقول ہے کہ اپنے کام خود دستِ مبارک سے کرتے تھے، بکریوں کا دودھ دوہ لیتے، پھٹا ہوا کپڑا سی لیتے، نعلین مبارک ٹوٹ جاتی تو خود گانٹھ لیتے تھے، اپنے کام کے لیے دوسروں کو تکلیف نہ دیتے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں دس برس تک آپ ﷺ کی خدمت میں رہا، اس دوران میں نے اس قدر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت نہیں کی، جتنے آپ ﷺ نے میرے کام کردیے۔

۱۸......استاذ کو چاہیے کہ اپنے علم پر عمل کرتا ہو، ایسا نہ ہو کہ کہے کچھ اور کرے کچھ۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "اللهم إني أعوذبك من علم لا ينفع " (اے اللہ! میں پناہ مانگتا ہوں ایسے علم سے جو نفع نہ دے) دوسری حدیث

مبارک میں ہے:" إن من شر الناس عند الله منزلة يوم القيامة عالم لا ينتفع بعلمه " (قیامت کے دن بد ترین شخص مرتبہ کے اعتبار سے وہ عالم ہوگا جس کے علم سے نفع نہ ہو) ایک اور حدیث میں ہے:" ألا إن شر الشر شرار العلماء وإن خير الخير خيار العلماء " (سب سے بدترین لوگ علمائے بد ہیں اور سب سے بہترین لوگ علمائے خیر ہیں)۔ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اس خوف سے لرز رہا ہوں کہ قیامت کے دن حساب دینے کے لیے کہاں کھڑا کیا جاؤں اور پوچھا جائے کہ تو نے علم حاصل کیا تھا مگر اس سے کیا کام لیا؟ ایک اور جگہ فرماتے ہیں: جو نہیں جانتا اس کے لیے ہلاکت ہے اور جو جانتا ہے اور عمل نہیں کرتا اس کے لیے سات ہلاکتیں ہیں ۔حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے:'' باتیں بنانا سب جانتے ہیں، لیکن اچھا وہی ہے جس کا قول وفعل یکساں ہو''۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اہل علم! اپنے علم پر عمل کرو، عنقریب ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو علم تو رکھیں گے مگر علم ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا، ان کا ظاہر ان کے باطن سے مختلف ہوگا، مجلسیں جما کر بیٹھیں گے، آپس میں فخر ومباہات کریں گے اور لوگوں سے اس لیے ناراض ہو جایا کریں گے کہ ان کی مجلس چھوڑ کر دوسرے کی مجلس میں کیوں جا بیٹھے، ایسے لوگوں کے عمل خدا تک نہیں پہنچیں گے۔

حضرت حسن بصریؒ فرمایا کرتے تھے کہ لوگوں کو ان کے اعمال سے پرکھو، نہ کہ اقوال سے۔ حضرت قاسم بن محمدؒ نے کہا: میں نے ایسے لوگوں کو دیکھا جنہیں قول پسند نہ تھا، صرف عمل سے خوش ہوتے تھے۔ مالک بن دینارؒ فرماتے تھے بے عمل عالم کی نصیحت کا اثر دل پر ایسے ہوتا ہے جیسے بارش کا سنگلاخ چٹان پر۔ حضرت سید رفاعیؒ فرماتے ہیں: خبردار چھلنی کی طرح نہ بن، کہ عمدہ آٹا نکال کر دوسروں کو دے دیتی ہے اور بھوسہ اپنے پاس رکھتی ہے۔ اسی طرح تمہارا حال نہ ہونا چاہیے کہ اپنے منہ سے دوسروں کے لیے حکمت کی باتیں نکالتے رہو اور خود کے دلوں میں کھوٹ رہ جائے ۔ایک بزرگ کا ارشاد ہے: عالم بے عمل کی مثال گدھ کی مانند ہے جو آسمان پر اڑتا ہے مگر مردار کھاتا ہے۔ بعض لوگوں کا علم پہاڑ کے برابر ہوتا ہے، مگر عمل چیونٹیوں کے برابر۔ حضرت ابراہیم بن ادہمؒ نے ایک پتھر پر لکھا ہوا دیکھا:" أنت بما تعلم لم تعمل ،فكيف تطلب علم ما لم تعلم " (یعنی تم نے معلوم شدہ باتوں پر عمل کیا نہیں، پھر نئی معلومات حاصل کرنے کی فکر کس لیے ہے؟)

بعض علماء نے علم کو جال بنا رکھا ہوتا ہے جس سے دنیا کا شکار کرتے ہیں۔ حضرت ابراہیم بن ادہمؒ سے سوال کیا گیا کہ کیا وجہ ہے کہ ہماری دعائیں قبول نہیں ہوتیں؟ فرمایا:

۱......تم نے خدا کو پہچانا مگر اس کا حق ادا نہیں کیا۔ ۲......قرآن کو پڑھا مگر عمل نہیں کیا۔ ۳...... محبت رسول ﷺ کا دعویٰ کیا مگر اتباع سنت نہ کی۔ ۴......ابلیس پر لعنت تو کی مگر اس کی فرماں برداری بھی کی۔
۵......اپنے عیوب سے آنکھوں کو بند کر لیا، مگر دوسروں کے عیوب کے لیے آنکھیں کھلی رکھیں۔ ☆☆☆